2 حقیقی پیداوار کا شعبہ

2.1 عمومی جائزہ

جدول 2.1: مالی سال 12ء کے لیے جی ڈی پی کی شرح نمو کے اہداف

فیصد

	م س 11ء	م س 12ءہ
زراعت	1.2	3.4
اہم فصلیں	-4.0	3.0
صنعت	-0.1	3.1
بڑے پیمانے کی اشیا سازی	1.0	2.0
تعمیرات	0.8	2.5
خدمات	4.1	5.0
تھوک ،خردہ وتجارت	3.9	5.0
جی ڈی پی	2.4	4.2

ماخذ: منصوبہ بندی کمیشن، سالانہ منصوبہ 12-2011ء   ہ: ہدف

مالی سال 12ء کے ابتدائی مہینوں نے ان مفروضوں کو چیلنج کیا جنہیں مدنظر رکھتے ہوئے سال کی نمو کے اہداف مقرر کیے گئے تھے: ان میں سیلاب کے بعد بحالی کا تسلسل، اجناس کی مستحکم عالمی قیمتیں اور صنعتوں کی جانب سے بجلی کی رسد کے متبادل انتظامات شامل تھے۔[6] پہلا، 2010ء کے سیلاب سے بحالی کے اقدامات مالی سال 12ء کی پہلی سہ ماہی میں آنے والے ایک اور سیلاب سے متاثر ہوئے جس نے صوبہ سندھ میں کپاس کی فصل کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچایا۔ اس کے ساتھ ساتھ پنجاب میں ڈینگی بخار کی وبا پھیلنے سے معاشی سرگرمیاں ایک ماہ تک متاثر رہیں۔ مزید برآں، کاشت کاروں کی توقعات کے برخلاف زرعی اجناس کی عالمی قیمتوں میں خاصا اعتدال دیکھا گیا۔ گیس کی قلت اور تیل کی بلند قیمتوں کے باعث صنعتوں کو اپنے گیس یا فرنس آئل پر چلنے والے پاور پلانٹس چلانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مذکورہ حالات میں مالی سال 12ء کے لیے نمو کے مقررہ 4.2 فیصد ہدف کا حصول مشکل نظر آتا ہے (**جدول 2.1**)۔

اس سال زراعت کا شعبہ کئی مشکلات کا سامنا کر رہا ہے جس میں خریف کی فصلوں کو سیلاب سے ہونے والے نقصانات، خام مال پر ٹیکسوں کا نفاذ (جس سے مارجن میں کمی واقع ہوگئی)، اجناس کی عالمی قیمتوں میں کمی اور قرضوں کی دستیابی کی پست سطح شامل ہیں۔ اگرچہ امکان ہے کہ گندم کی امدادی قیمت میں اضافے سے اس کی پیداوار کی حوصلہ افزائی ہوگی لیکن ہمیں خطرہ ہے کہ عالمی سطح پر پست قیمتوں کے باعث اس ذخیرے کو فروخت کرنا پی ایس ایز اور صوبائی حکومتوں کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ اس ضمن میں رسدی کڑیوں کو بہتر بنانے، غلے کی ذخیرہ کاری کے لیے تنصیبات کی تعمیر اور قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی پیش بندی کے لیے منڈی پر مبنی حل تیار کرنے ہوں گے۔

زراعت پر مبنی اشیا سازی کے لیے اچھی طرح سوچی سمجھی پالیسیوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً، کھاد کے شعبے کی مزید احتیاط سے نگرانی کرنے

6 مالی سال 12ء کے سالانہ منصوبے میں منصوبہ بندی کمیشن نے اشیا سازی کی نمو کا تخمینہ جس مفروضے کی بنیاد پر لگایا وہ یہ تھا کہ انفرادی پاور پلانٹس (سی پی پی) کے ذریعے صنعتوں کو درپیش بجلی کی لوڈشیڈنگ کا ازالہ کیا جائے گا۔ تاہم، ان پلانٹس کو گیس یا فرنس آئل سے چلایا جاتا ہے اور موجودہ حالات میں ان میں سے کوئی ایک بھی بہتر متبادل معلوم نہیں ہوتا۔

کی ضرورت ہے۔ کھاد کی بلند قیمتوں کے ساتھ ساتھ قرضوں کی دستیابی کی پست سطح سے سیالیت میں مشکلات پیدا ہوگئیں جس کا نتیجہ ٹریکٹروں کی فروخت میں تیزی سے کمی کی صورت میں برآمد ہوا۔ اگر کمرشل بینکوں کی جانب سے آزادی کے ساتھ قرضے دیے جاتے تو قرضوں میں کمی کے اثرات کو گھٹانا ممکن تھا۔

اشیا سازی کا شعبہ صارفی اور ثانوی اشیا (غذا، کھاد، پیٹرولیم مصنوعات، دوا سازی، صارفی گاڑیاں اور سیمنٹ) کی طلب میں اضافے کو بہتر انداز میں پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن نمو کا تسلسل برقرار رکھنا مشکل ہوگا۔ ایک اور عالمی کساد بازاری کے خطرات کے باعث ٹیکسٹائل کی برآمدی طلب میں کمی کا عمل شروع ہوگیا ہے جبکہ گیس کی قلت بھی کئی صنعتوں میں پیداوار کو محدود کرنے کا باعث بنے گی۔

سندھ میں پہلے ہی مشکلات سے دوچار تعمیرات کے شعبے پر سیلز ٹیکس کے نفاذ اور خام مال کی بلند قیمتوں سے اس شعبے کی بحالی میں مشکلات پیش آئیں گی۔ ملکی پیداوار میں بے قاعدگی کے باعث فولاد اور شیشے کی طلب کے بڑے حصے کو درآمدات سے پورا کیا جارہا ہے، جو مہنگی ہوتی ہیں۔ سیمنٹ کی قیمتیں بلند سطح پر رہیں جس کا بظاہر کوئی سبب نہیں تھا۔[7]

معاشی بحالی میں سرمایہ کاری کی نمو کو اہم جز کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں بجلی اور مال برداری کے انفرا اسٹرکچر کو اہم ترین ترجیح حاصل ہونی چاہیے۔ اس محاذ پر حوصلہ افزا پیش رفت دیکھنے میں آئی ہے جیسے اب نئے ڈیموں کی تعمیر، ایران سے گیس پائپ لائن اور بعض پلوں و شاہراہوں کے منصوبوں پر سنجیدگی سے غور کیا جارہا ہے لیکن بیشتر معاملات میں بہت محدود پیش رفت ہوئی ہے۔ اس ضمن میں اشیا سازی کی بعض صنعتوں میں پیش رفت جاری ہے، مثال کے طور پر سیمنٹ کے اشیا ساز ٹائر سے بننے والی ایندھن کی تنصیبات تعمیر کررہے ہیں جبکہ ملک میں سوڈا ایش پیدا کرنے والی سب سے بڑی کمپنی توانائی کی لاگت میں کمی کے لیے کوئلے کی آگ سے جلنے والے بوائلر زلگانے پر کام کررہی ہے۔

2.2 زرعی شعبے کی کارکردگی[8]

ابتدائی جائزے سے نشاندہی ہوتی ہے کہ سیلاب نے وسطی اور جنوبی سندھ میں کپاس کی فصل کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچایا۔ تاہم، پانی کی دستیابی میں بہتری، چاول کی بہتر بازیافت دینے والی قسم کے استعمال اور گندم کی امدادی قیمت میں اضافے سے توقع ہے کہ مالی سال 12ء کے دوران زرعی شعبہ اپنے ہدف کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

کپاس

15 ملین گانٹھوں کے ابتدائی تخمینے کے مقابلے میں کپاس کی سالانہ پیداوار کے لیے 12.8 ملین گانٹھوں کا خاصا محتاط ہدف مقرر کیا گیا تھا۔ بدقسمتی

7 ٹیکسوں میں کمی کے باوجود جولائی تا نومبر مالی سال 12ء کے دوران سیمنٹ کی قیمتوں میں 17.3 فیصد کا سال بسال اضافہ ہوا جبکہ اس مدت میں مقامی کوئلے کی قیمت میں صرف 10.7 فیصد اضافہ ہوا تھا۔

8 مالی سال 12ء میں اٹھارہویں ترمیم کے تحت وزارت خوراک وزراعت کی صوبوں کو منتقلی کے بعد اس شعبے کی کارکردگی جانچنے کا پہلا سال ہوگا۔ مرکزی منصوبہ بندی اور نگرانی کے ادارے کی عدم موجودگی کے باعث خصوصاً اہم فصلوں کے تخمینوں کے متعلق معلومات کا فرق بڑھ گیا ہے۔

سے سیلاب کے باعث شاندار فصل کے متوقع فوائد حاصل نہیں ہو سکے۔[9] کپاس کی پیداوار کی جائزہ کمیٹی کے مطابق حالیہ سیزن میں کپاس کی پیداوار 12.6 ملین گانٹھیں رہے گی۔[10]

جدول 2.2: زراعت میں نمو

فیصد

	زرعی قدر اضافی میں حصہ	م س 11ء میں نمو	م س 12ء کا ہدف
زراعت	1.2	3.4	
اہم فصلیں	31.0	-4.0	3.0
چھوٹی فصلیں	11.0	4.8	2.0
گلہ بانی	55.0	3.7	4.0
ماہی گیری	...	1.9	2.0
جنگل بانی	...	-0.4	-1.0

ماخذ: منصوبہ بندی کمیشن، سالانہ منصوبہ 12-2011ء

چاول

سندھ اور پنجاب میں عام طور پر اری چاول کی فصل کی کٹائی اکتوبر کے وسط میں ہوتی ہے جبکہ باسمتی چاول کی کٹائی نومبر کے وسط تک جاری رہتی ہے۔ چاول کو سیلاب سے محدود نقصانات کا امکان ہے کیونکہ چاول کا بڑا حصہ (سندھ کے چاول کا تقریباً 70 فیصد) ملک کے بالائی علاقے میں پیدا ہوتا ہے، جو سیلاب سے محفوظ رہا۔ سپارکو کی رپورٹ کے مطابق چاول کی فصل کو اری کی جگہ چاول کی بہتر یافت کی حامل مخلوط النسل (hybrid) اقسام،[11] پانی کی دستیابی میں بہتری اور نمی سے بھرپور زمین سے فائدہ پہنچا ہے۔ چاول کی متوقع پیداوار 7 ملین ٹن سے زائد رہنے کا امکان ہے جبکہ گذشتہ برس یہ 4.8 ملین ٹن تھی۔

جدول 2.3: اہم فصلیں

پیداوار (ملین ٹن، کپاس 170 کلوگرام کی ملین گانٹھیں)

	اہم فصلوں کی قدر اضافی میں حصہ	م س 11ء ع	م س 12ء ہ	تخمینے[1]
چاول	42.3 فیصد	4.8	6.6	7.2
کپاس	22.3 فیصد	11.6	12.8	12.22 [2]
گنا	11.7 فیصد	55.3	57.6	53.9
گندم	14.2 فیصد	24.2	25.0	--

1۔ سپارکو کے تخمینے ع۔ عبوری ہ۔ ہدف

2۔ کپاس کی جائزہ کمیٹی نے 12.6 ملین گانٹھوں کا تخمینہ لگایا ہے۔

ماخذ: منصوبہ بندی کمیشن، سالانہ منصوبہ 12-2011ء

گنا

امکان ہے کہ گنے کی فصل کو سیلاب سے نقصانات کی سطح پست رہے گی کیونکہ یہ فصل سیلاب کی مزاحمت کر سکتی ہے۔ سپارکو کے مطابق گنے کی پیداوار 53.9 ملین ٹن ہونے کی توقع ہے۔[12]

تاہم، گنے کے کاشت کاروں کو مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ شوگر ملوں نے ایک بار پھر گنے کی کچل کاری کو وسط نومبر 2011ء تک ملتوی کر دیا ہے۔ گنا فیکٹری ایکٹ 1950ء کے تحت گنے کی کچل کاری کا عمل ہر سال اکتوبر میں شروع ہونا چاہیے۔ یہ تاخیر کاشت کاروں کو مہنگی پڑتی ہے کیونکہ: (الف) سندھ میں سیلاب کے پانی کے گنے کی فصل میں کھڑے رہنے کی طوالت سے فصل کا معیار گر جاتا ہے (ب) کاشت کاروں کو طویل عرصہ

9 سیلاب کی وجہ سے تخمین شدہ پیداواری نقصان 2.2 ملین گانٹھوں کا ہوا (مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے اسٹیٹ بینک کی سالانہ جائزہ رپورٹ برائے 11-2010ء)۔

10 پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن کی جانب سے دستیاب کپاس کے متعلق جاری کردہ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں 17.5 فیصد کا سال بسال اضافہ ہوا ہے۔ اگر یہ رجحان جاری رہا تو کپاس کی فصل کا متوقع حجم بڑھ کر 13 ملین گانٹھوں تک پہنچ سکتا ہے۔

11 ان مخلوط النسل فصلوں کی پیداواریت تقریباً 7,000 تا 8,000 کلوگرام فی ہیکٹر ہے جبکہ اری کی روایتی قسم سے 3,000 تا 4,000 کلوگرام فی ہیکٹر حاصل ہوتا ہے۔

12 یہ تخمینہ پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن کی جانب سے فراہم کردہ 60 ملین ٹن کی پیداوار کے تخمینے سے خاصا کم ہے۔

تک نقد رقوم ہاتھ نہیں آتیں اور (ج) بعض علاقوں کے کاشت کار گندم کی فصل کی بوائی نہیں کر سکے کیونکہ زمینیں دستیاب نہیں تھیں۔

اس تناظر میں حکومت نے ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (ٹی سی پی) کو فیکٹریوں سے 200,000 ٹن چینی خریدنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس فیصلے سے شوگر ملوں کو درپیش سیالیت کی مشکلات میں خاصی کمی آجائے گی۔

جدول 2.4: گندم کی پیداوار کی تخمینِ شدہ لاگت

روپیہ فی 40 کلوگرام	
م س 09ء کی فصل کی اوسط لاگت [1]	667.61
م س 09ء کی فصل کی امدادی قیمت	950.0
مارجن (فیصد) [2]	42.3
م س 12ء کی فصل کی اوسط لاگت	950.02
م س 12ء کی فصل کی امدادی قیمت	1,050.0
مارجن (فیصد)	10.4
1۔ زرعی پالیسی انسٹی ٹیوٹ	
2۔ مالی سال 11ء کی فصل کی لاگت کے مقابلے میں 13 فیصد اضافہ فرض کیا گیا	

شکل 2.1: گندم کے لیے اجناس کی مالکاری

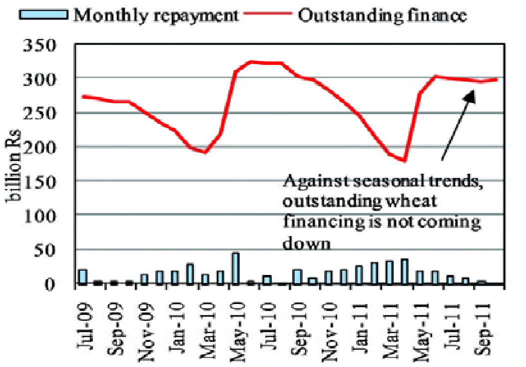

Source: State Bank of Pakistan

گندم

سب سے اہم پیش رفت گندم کی امدادی قیمت کو 950 روپے فی 40 کلو سے بڑھا کر 1,050 روپے کرنا ہے۔ گندم کی فصل اس وقت کٹائی کے مرحلے میں ہے اور ہمیں امید ہے کہ بلند امدادی قیمت سے کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ یافت میں اضافے کی کوشش میں گندم کا مزید رقبہ زیرِ کاشت لائیں گے۔[13] پانی کی دستیابی کی بہتر صورتحال سے اچھی فصل کے امکانات کو تقویت حاصل ہوگی۔

تاہم، گذشتہ تین برسوں کے دوران زرعی خام مال (بشمول بیج، کھاد، کیڑے مار ادویات اور بجلی) کی لاگت میں مسلسل اضافے کے باعث گندم کی امدادی قیمت میں ہونے والا اضافہ کاشت کاروں کے لیے اس کی صرف جزوی تلافی کر سکے گا (**جدول 2.4**)۔ اس لیے یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ امدادی قیمت کے بڑھنے سے دیہی طلب میں اس پیمانے پر تیزی دیکھنے میں نہیں آئے گی جیسا کہ اکتوبر 2008ء کے دوران قیمتوں کی مطابقت کے بعد دیکھنے میں آئی تھی۔[14]

اس کے باوجود گندم کی نظرثانی شدہ قیمت عالمی منڈی میں رائج قیمتوں سے خاصی زیادہ ہے۔[15] اس کے ساتھ ساتھ یہ امکان بھی ہے کہ 2012ء کی فصل کے سیزن میں گندم کی عالمی قیمتیں نچلی سطح پر رہیں گی کیونکہ گندم کی عالمی پیداوار ابتدائی تخمینوں سے کہیں زیادہ رہنے کا امکان ہے۔

13 مثلاً 2008ء کی صورتحال کو لیجیے جب آخر مارچ 2008ء تک امدادی قیمت کے اعلان میں تاخیر کے نتیجے میں گندم کی پیداوار میں تیزی سے کمی آ گئی تھی۔ تاہم، بوائی سے قبل امدادی قیمتوں میں اضافے سے گندم کی پیداوار میں اضافے کا امکان ہے جو کہ ملکی تاریخ میں پہلی بار 24 ملین ٹن سے تجاوز کر گئی تھی۔

14 2008ء میں قیمت میں بہت زیادہ اضافہ کیا گیا تھا (52 فیصد اضافہ یعنی 625 روپے فی چالیس کلوگرام سے بڑھ کر 950 روپے فی چالیس کلوگرام)۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف کاشت کاروں کے منافع میں تیزی سے اضافہ ہوگیا بلکہ دیہی علاقوں کی طلب بھی خاصی بڑھ گئی تھی (جس کی عکاسی گاڑیوں، موٹر سائیکلوں اور دیگر صارفی اشیا کی بلند طلب سے ہوتی ہے)۔

15 پاکستانی روپے میں منتقل کرنے کے بعد شکاگو بورڈ آف ٹریڈ (سی بی او ٹی) میں گندم کی قیمت 08 دسمبر 2011ء تک تقریباً 760 روپے فی چالیس کلوگرام تھی۔

مذکورہ صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ فصل کے لیے خریداری کا ہدف مقرر کرنا خاصا دشوار ہوگا۔ نہ صرف یہ کہ حکومت پر خریداری کا بلند ہدف مقرر کرنے کا دباؤ ہوگا بلکہ فاضل گندم کی فروخت (خواہ ملکی یا عالمی منڈی میں) بھی مالی نقصانات اٹھائے بغیر ممکن نہیں ہو سکے گی۔[16] یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حکومت کو پہلے ہی گذشتہ برسوں کے واجبات کی ادائیگی میں دشواری کا سامنا ہے (**شکل 2.1**)۔[17,18]

2.3 بڑے پیمانے کی اشیاسازی

بڑے پیمانے کی اشیا سازی کے اشاریے کو اخذ کرنے کے طریقہ کار پر اس سال نظر ثانی کی گئی ہے۔ اس اشاریے کی نئی اساس مقرر کی گئی، نئی صنعتوں کو شامل کیا گیا اور صنعتی اوزان پر نظر ثانی کی گئی ہے (**باکس 2.1**)۔

باکس 2.1: نئی اساس کے اشاریے کا پیش منظر

وفاقی دفتر شماریات (ایف بی ایس) اشیا سازی کے مقداری اشاریے (کیو آئی ایم) کو اخذ کرنے کے طریقہ کار پر نظر ثانی کرتا ہے۔ اس اشاریے سے صنعتی رجحانات میں تبدیلیوں کی یکجائی کے لیے تقریباً ہر دہائی کے بعد بڑے پیمانے کی اشیا سازی (ایل ایس ایم) میں تبدیلیوں کی پیائش کی جاتی ہے۔ اس اشاریے میں یہ تبدیلیاں کی گئی ہیں (i) مالی سال 2000ء تا مالی سال 06ء کو نئی اساس مقرر کرنا (ii) نو نئی صنعتوں کی شمولیت (iii) ایک غیر اہم صنعت کو خارج کرنا (کپاس کی جننگ) (iv) صنعتی شعبوں کی نئی درجہ بندی اور (v) نئے اوزان مقرر کرنا (**جدول 2.1.1**)۔

ایسی تبدیلیاں تجزیہ کاروں کے لیے کچھ مشکلات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ مثلاً، نئی اساس مقرر کرنے سے گذشتہ دو برسوں کی نمو کے اعداد و شمار میں معمولی بگاڑ دیکھا گیا (**شکل 2.1.1**)۔ مالی سال 11ء کی پہلی سہ ماہی میں کھاد، چمڑے، الیکٹرانکس، دوا سازی اور گاڑیوں جیسے بعض اہم شعبوں کی شرح ہائے نمو میں نظر ثانی کرنے کے بعد ان میں خاصی کمی واقع ہوئی۔ یہ نتائج ان شعبوں کے متعلق ہمارے اس وقت کیے گئے تجزیے کے بارے میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ادراک اور حقیقت کو بیان کرنا بہت مشکل ہے۔

اگر گذشتہ برس حقیقت میں پہلے کیے گئے تجزیے کے مقابلے میں بدتر تھا تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مطلق لحاظ سے صنعت ابھی تک مالی سال 10ء کی پیداواری سطح سے پیچھے ہے۔ اس رائے کو اس حقیقت سے بھی

جدول 2.1.1: بڑے پیمانے کی اشیاسازی کے اوزان پر نظر ثانی

فیصد

صنعت	نظر ثانی شدہ	پرانا
ٹیکسٹائل	29.7	35.1
غذا، مشروبات و تمباکو	17.5	19.1
پیٹرولیم	7.8	6.9
فولاد	7.6	4.6
غیر دھاتی معدنیات	7.6	5.5
گاڑیاں	6.5	5.2
کھاد	6.3	4.5
دواسازی	5.1	6.7
کاغذ	3.2	0.8
الیکٹرانکس	2.7	3.3
کیمیکلز	2.3	3.8
چمڑے کی مصنوعات	1.2	3.0
لکڑی	0.8	0.0
انجینئرنگ	0.5	0.5
ربڑ کی مصنوعات	0.3	0.4
بڑے پیمانے کی مجموعی اشیاسازی	100	100

☆100 سے مطابق

ماخذ: وفاقی دفتر شماریات

16 چونکہ گندم کی متوقع پیداوار تقریباً 22 ملین ٹن کے ملکی صرف کے مقابلے میں بلند ہوگی، اس لیے کاشت کار حکومت پر زور دیں گے کہ وہ اس کی قیمتوں میں کمی سے بچنے کے لیے فاضل گندم کی خریداری کرے۔

17 اگرچہ اجناس کی سرگرمیوں کے لیے قرض گیری کی نوعیت خود سیالیت پر مبنی ہوتی ہے لیکن گندم کی مالکاری کی واجب الادا سطح مسلسل خاصی بلند ہے۔ مزید برآں، ہر سال ستمبر میں اجناس کے قرضوں کی واپسی کی جاتی ہے لیکن معمول کے برخلاف اس سال قرضے واپس کرنے کی رفتار بہت سست ہے۔

18 ہم سمجھتے ہیں کہ بینک گندم کی خریداری کے لیے قرضوں کی اضافی طلب کے لیے اس وقت تک رقوم فراہم کرتے رہیں گے جب تک انہیں کائبور سے بلند تفاوت چارج کرنے کا موقع ملتا رہے گا۔

تقویت حاصل ہوتی ہے کہ جولائی تا اکتوبر مالی سال 12ء میں کیو آئی ایم کی اشاریہ قدر جولائی تا اکتوبر مالی سال 10ء میں ریکارڈ کی جانے والی 3.1 فیصد قدر سے کم ہے۔ یہ مالی سال 09ء اور مالی سال 08ء کی کساد بازاری سے پہلے کی سطح سے بہت پیچھے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ نئے اشاریے کی بنیاد پر بڑے پیمانے کی اشیا سازی کی کارکردگی کا تقابل سال کے لیے مقررہ 2 فیصد کے سرکاری ہدف سے کرنا ناانصافی ہوگی۔ سادہ معنوں میں ہدف کا مطلب وہ عدد ہے جسے مطلوبہ پیداواری سطح کا تعین کر کے اور گذشتہ برس کی اصل پیداوار کے مقابلے میں نمو کو اخذ کر کے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سال کا ہدف پرانے مالی سال 11ء کی معاشی نمو 1.1 فیصد پر مبنی تھا۔ نئے طریقہ کار کے مطابق مالی سال 11ء کی اصل نمو 0.01 فیصد تھی۔ ہمارے خیال میں بڑے پیمانے کی اشیا سازی کے نئے طریقے میں پہلے کی مطلوبہ پیداواری سطح کو شامل کر کے بلند ہدف کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں منصوبہ بندی کمیشن نشانیہ نمو کی تازہ کاری کر سکتا ہے۔

شکل 2.1.1: جولائی تا اکتوبر کے دوران کیو آئی ایم کی نئی اور پرانی اساس کی نمو کا تقابل

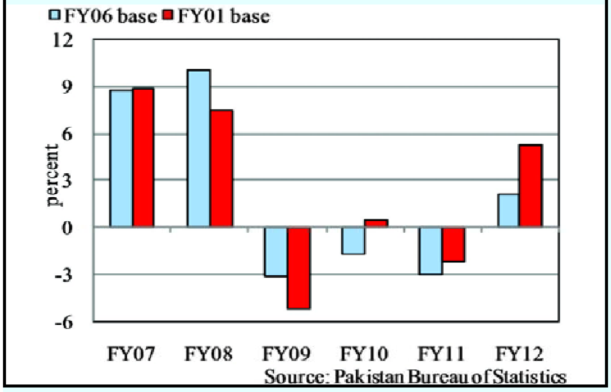

Source: Pakistan Bureau of Statistics

جولائی تا اکتوبر مالی سال 12ء کے دوران بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں 2.1 فیصد نمو ہوئی جبکہ گذشتہ برس کی اسی مدت کے دوران 2.9 فیصد کمی دیکھنے میں آئی تھی۔

شکل 2.2: پہلی سہ ماہی کے دوران بڑے پیمانے کی اشیا سازی کی نمو میں حصہ

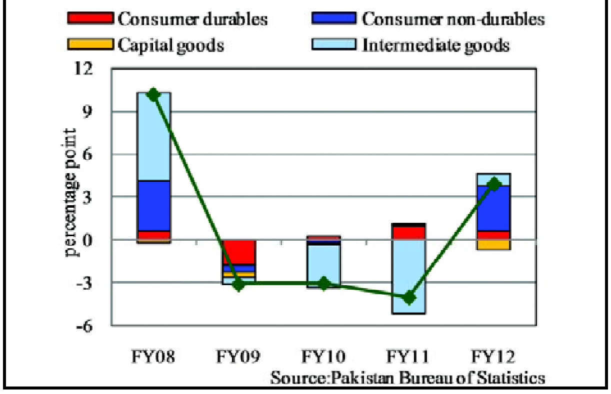

Source:Pakistan Bureau of Statistics

نمو میں بڑا حصہ صارفی اشیا کا تھا جبکہ غذائی اشیا اور دوا سازی میں بھی مضبوط نمو ہوئی۔ عمارتی خام مال، کھاد، صنعتی کیمیکلز، پیٹرولیم مصنوعات اور دیگر خام مال جیسی ثانوی اشیا کی نمو میں بحالی آئی، جو خوش آئند ہے۔ تاہم اشیائے سرمایہ میں ابھی تک بحالی نہیں ہوسکی اور اس کی پیداوار میں مسلسل چوتھی سہ ماہی سے کمی کا رجحان جاری رہا (**شکل 2.2**)۔ مجموعی لحاظ سے ذیل میں دیے گئے عوامل بڑے پیمانے کی اشیا سازی میں معاون ثابت ہوئے:

1۔ مالیاتی پالیسی معاون رہی۔ مشروبات، گاڑیوں، سیمنٹ اور ایئر کنڈیشنرز پر عائد ڈیوٹی میں کمی کے ساتھ ساتھ سیلز ٹیکس میں ہونے والی مجموعی کمی سے اشیا سازوں کو خام مال کی قیمتوں میں ہونے والے اتار چڑھاؤ کو جذب کرنے کا موقع مل سکا۔[19] پنجاب حکومت کی پیلی ٹیکسی روزگار اسکیم کا گاڑیوں کی فروخت بڑھانے میں اہم حصہ تھا۔

19 مشروبات پر وفاقی ایکسائز ڈیوٹی (ایف ای ڈی) کو 12 فیصد سے کم کر کے 6 فیصد اور سیمنٹ پر ایف ای ڈی کو 700 روپے فی میٹرک ٹن سے کم کر کے 500 روپے فی میٹرک ٹن کر دیا گیا۔ ڈیپ فریزرز اور ایئر کنڈیشنرز پر ایف ای ڈی میں 10 فیصد کٹوتی کی گئی جبکہ گاڑیوں پر 2.5 فیصد اسپیشل ایکسائز ڈیوٹی (ایس ای ڈی) ختم کی گئی۔ مجموعی سیلز ٹیکس کو 17 فیصد سے کم کر کے 16 فیصد کر دیا گیا۔

2۔ بعض صنعتوں کے خام مارجن میں بہتری آئی۔ مثلاً، پیٹرولیم مصنوعات کے شعبے کے عالمی ریفائننگ مارجنز خاصے بڑھ گئے۔ ٹیکسٹائل کے شعبے کو اس موسم میں رسد کی فراہمی میں اضافے کے باعث خام کپاس کی قیمتوں میں کمی کے ساتھ ساتھ پست عالمی قیمتوں سے بھی فائدہ پہنچا جبکہ کوئلے کی عالمی قیمتوں میں کمی کے نتیجے میں سیمنٹ کی صنعت کا منافع بڑھ گیا۔ دوا سازی اور گندم کی پسائی کے شعبوں میں بھی ایسا ہی رجحان دیکھا گیا۔

3۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نباتی تیل و گھی، سگریٹ، چائے اور ٹائر کے اشیا سازوں نے غیر رسمی شعبے اور اسمگل شدہ متبادل مصنوعات سے مسابقت کے لیے اپنے منافع کے مارجن پر سمجھوتہ کر لیا تھا۔

4۔ زرعی خام مال پر 16 فیصد سیلز ٹیکس کے نفاذ کے باوجود دیہی طلب توقع سے بہتر رہی۔ کھاد اور چھوٹے فارم کے خام مال کی طلب مستحکم دیکھنے میں آئی۔[20] سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھاد کی بلند قیمتوں کے ردعمل میں ٹریکٹروں میں سرمایہ کاری کے بجائے وسائل کو دوسری جگہ استعمال میں لایا گیا۔ اس تبدیلی کی دیگر وجوہات میں بعد از ٹیکس ٹریکٹروں کی بلند قیمتیں اور قرضوں کی دستیابی کی پست سطح شامل ہیں۔

5۔ قدر اضافی کی حامل ٹیکسٹائلز اور چمڑے کی برآمدی طلب میں معمولی بہتری سے ان صنعتوں کو تقویت حاصل ہوئی۔ تاہم، امکان ہے کہ اس نمو کا تسلسل برقرار نہیں رہ سکے گا کیونکہ بڑے پیمانے کی اشیا سازی کے شعبے کو آئندہ مہینوں میں کئی چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس نمو میں سے کچھ کا سبب خصوصاً پیٹرولیم مصنوعات، سیمنٹ اور چمڑے کی صنعتوں پر مالی سال 11ء کے سیلاب کے بعد مرتب ہونے والا بنیادی اثر ہے۔[21]

مذکورہ صورتحال نے دیگر صنعتوں کو بھی متاثر کیا کیونکہ دیہی طلب میں کمی آ گئی اور رسدی کڑیوں کو نقصان پہنچا تھا۔ مالی سال 12ء کی دوسری سہ ماہی میں ان صنعتوں کا تقابل گذشتہ برس کی خاصی معقول پیداواری سطح سے کیا جائے گا، جس کی عکاسی اکتوبر مالی سال 12ء میں ہونے والی نمو سے ہوتی ہے۔

مالی سال 12ء کے وفاقی بجٹ کے بعد نمو کے اثرات کا جائزہ احتیاط سے لیا جانا چاہیے، خاص طور پر پائیدار اشیا کے معاملے میں۔ عام طور پر صارفین ٹیکسوں میں ہونے والی سازگار تبدیلیوں کی توقع کرتے ہوئے اپنی خریداریوں کو ملتوی کر دیتے ہیں اور بجٹ کے فوراً بعد خریداری میں تیزی آ جاتی ہے۔ اس لیے مالی سال 12ء کی پہلی سہ ماہی میں ایسی طلب بھی شامل تھی جسے گذشتہ برس مؤخر کر دیا گیا تھا۔

ایک اور عالمی کساد بازاری کے خطرے کے پیش نظر عالمی طلب میں کمی آئی ہے جس کی وجہ سے ٹیکسٹائل برآمدات کے متاثر ہونے کا خطرہ ہے۔

---

20 جولائی تا اکتوبر مالی سال 12ء کے دوران یوریا اور ڈی اے پی کے مشترکہ استعمال میں 13.4 فیصد سال بسال نمو ہوئی جبکہ جولائی تا اکتوبر مالی سال 11ء کے دوران 19.1 فیصد کمی دیکھنے میں آئی تھی، اس کے باوجود کہ اس مدت کے دوران کھاد کی قیمتوں میں اوسطاً 62.1 فیصد کا اضافہ ہوا تھا۔

21 مالی سال 11ء کی پہلی سہ ماہی کے دوران مون سون کی شدید بارشوں کے نتیجے میں پیٹرولیم کی ایک اہم ریفائنری سیلاب کی زد میں آ گئی تھی، تعمیراتی سرگرمیاں منجمد ہو گئیں اور گلہ بانی کو پہنچنے والے نقصانات سے چمڑے کی صنعت کو کھالوں کی فراہمی کو نقصان پہنچا تھا۔

بظاہر اشیا سازوں کو توقع نہیں ہے کہ قیمتوں میں اس تناسب سے کمی آئے گی۔ خصوصاً، ٹیکسٹائل مصنوعات کی پروسیسنگ کرنے والی بعض فیکٹریوں نے مالی سال 11ء کی چوتھی سہ ماہی اور مالی سال 12ء کے اوائل میں اس وقت بھاری مقدار میں خام کپڑے کی خریداری کرلی تھی جب قیمتیں بلند سطح پر تھیں کیونکہ انہیں توقع تھی کہ طلب مستحکم رہے گی۔ لیکن اب کپاس کی قیمتوں میں کمی کے نتیجے میں ان کے لیے اپنے ذخائر کو فروخت کرنا مشکل ہوجائے گا۔ اس صورتحال نے دیگر منسلک اجناس کی طلب کو متاثر کیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق جنرز نے حکومت سے کہا ہے کہ وہ قیمتوں کو مزید گرنے سے روکنے کے لیے کپاس کی منڈی میں مداخلت کرے۔ کپاس و دھاگے کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ توانائی کی شدید قلت اور عالمی طلب میں غیر یقینی صورتحال نے ٹیکسٹائل کی صنعت کو ایک انتہائی دشوار کاروبار بنا دیا ہے۔ اس لیے، سرمایہ کار اس میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہے اور اس کے بجائے ٹیکسٹائل خردہ فروشی پر توجہ مرکوز کر رہے ہیں (باکس 2.2)۔

باکس 2.2: ٹیکسٹائل کے شعبے میں نئی سرمایہ کاری: اشیا سازی کے بجائے خدمات کو ترجیح

خراب کاروباری حالات کے باوجود ٹیکسٹائل کے شعبے میں سرمایہ کاری کا تسلسل برقرار رہا۔ تاہم، نئی سرمایہ کاریوں کے تحرکات میں قابل ذکر تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔[22] ایسے حالات میں جبکہ توانائی کی شدید قلت اور ناسازگار برآمدی امکانات کے باعث اشیا سازی زیادہ منافع بخش کاروبار نہیں رہا، خردہ فروشی کے شعبے کو اہمیت حاصل ہورہی ہے۔

2007ء تا 2011ء کے دوران ایس ای سی پی کے پاس رجسٹرڈ ہونے والی ٹیکسٹائل فرمز کے ایک نمونے کے مختصر سروے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشتر نئی سرمایہ کاریوں کے لیے اداروں نے خود فنڈز مہیا کیے ہیں، ان کا حجم چھوٹا ہے اور ان کا بڑا حصہ خردہ کاروبار میں مرتکز ہے۔[23] حالیہ برسوں میں پرکشش منافع کے باعث اشیا سازوں کے علاوہ دیگر کاروباری افراد بھی خردہ فروشی پر توجہ دے رہے ہیں۔[24]

سرمایہ اخراجات کی پست سطح کے علاوہ خردہ فروشی کے کاروبار میں دلچسپی بڑھنے کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ٹیکسٹائل کے اشیا سازوں کو مسلسل توانائی کی شدید قلت اور کمزور عالمی طلب کا سامنا ہے۔[25] اس کے علاوہ، حالیہ برسوں میں آبادی کی برانڈز کے متعلق بڑھتی ہوئی آگاہی بھی خردہ فروشی کے کاروبار کے پھیلاؤ میں معاون ثابت ہوئی ہے۔

تاہم، ہمیں رسدی ردعمل کے کلیدی کردار کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ گذشتہ برسوں میں اس شعبے میں مصنوعات کی تیاری اور مارکیٹنگ کے میدانوں میں نمایاں تبدیلیاں دیکھنے میں آئی ہیں۔ صارفین کی بدلتی ہوئی ترجیحات کے مطابق مارکیٹ میں نئی مصنوعات پیش کی جارہی ہیں اور نئے برانڈز بھی متعارف کرائے جارہے ہیں جبکہ صارفین نے ایک جامع ٹیکسٹائل اسٹور کے تصور کو قبول کرلیا ہے۔

یہ امر دلچسپی کا باعث ہے کہ حالیہ برسوں کے دوران استعمال شدہ ٹیکسٹائل مصنوعات کی مارکیٹ میں نمو ہوئی ہے۔ 2006ء تا 2010ء کی مدت میں کپڑوں کی درآمد میں زبردست اضافہ دیکھنے میں آیا اور اس کا سی اے جی آر 21.1 فیصد رہا جو کہ 2003ء تا 2006ء کے دوران 10.9 فیصد تھا۔ اس کے نتیجے میں دسمبر 2010ء تک پاکستان استعمال شدہ کپڑوں کا دوسرا بڑا درآمد کنندہ بن گیا ہے اور یہ 2003ء کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔[26]

---

22 2007ء تا 2011ء کے دوران ایس ای سی پی میں 484 فرمز نے رجسٹریشن کرائی تھی۔ اگرچہ یہ تعداد گذشتہ پانچ برسوں کے مقابلے میں کم ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ زیر جائزہ مدت کے دوران مشکل کاروباری حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ خاصی معقول ہے (ہمارے خیال میں ان میں سے بہت فرمز پہلے سے موجود تھیں اور نوے کی دہائی سے کام کررہی تھیں لیکن انہوں نے حال ہی میں خود کو رجسٹرڈ کرایا ہے۔)

23 اسٹیٹ بینک کا سروے ٹیکسٹائل کی 70 بے ترتیب طریقے سے منتخب کی گئی فرمز پر مشتمل ہے (کراچی میں 22، لاہور اور فیصل آباد میں 20,20، ملتان میں 4 اور سیالکوٹ میں 2) جنہیں 2007ء تا 2011ء کے دوران ایس ای سی پی میں رجسٹرڈ کیا گیا تھا۔

24 سروے کی گئی فرمز میں سے تقریباً ایک تہائی خردہ فروشی کے کاروبار سے منسلک تھیں۔ یہ فرمز برانڈڈ کپڑے درآمد کرکے انہیں مقامی منڈی میں فروخت کرتی ہیں۔

25 تقریباً 15 فیصد جواب گزاروں نے ہمیں بتایا کہ ان برسوں میں رجسٹرڈ ہونے کے بعد انہوں نے مختلف وجوہات کی بنا پر مشینری سے پیداوار شروع نہیں کی، جس میں قابل ذکر بجلی و گیس کی عدم دستیابی ہے۔

26 اس زمرے کا سب سے بڑا درآمد کنندہ روس ہے۔

معاشرے کے پست آمدنی والے طبقات کی جانب سے استعمال شدہ کپڑوں کی بلند طلب متوقع تھی کیونکہ بڑھتی ہوئی مہنگائی اور کپڑوں کی لاگت میں اضافے کی وجہ سے ان پر مالی بوجھ بڑھ گیا ہے۔ حیران کن طور پر درمیانے تا بلند آمدنی کے گروپ بھی استعمال شدہ کپڑے خرید رہے ہیں۔ سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ اچھے معیار کی مصنوعات (خاص طور پر برانڈڈ کپڑے اور دیگر لوازمات) کو خصوصی طور پر اتوار بازاروں اور دیگر اچھی منڈیوں میں فروخت کیا جاتا ہے۔

رسد کے لحاظ سے موسم سرما کی سہ ماہی قدرتی گیس پر چلنے والی متعدد صنعتوں کے لیے مشکل ثابت ہوگی کیونکہ گیس کی گھریلو طلب بڑھ جائے گی۔ ٹیکسٹائل، کھاد، نباتی تیل و گھی، سوڈا ایش، شیشہ اور فولاد سب سے زیادہ متاثر ہوں گے۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ سوڈا ایش کی صنعت میں گیس کی جگہ کوئلے سے چلنے والے بوائلر زنصب کیے جا رہے ہیں، جو طویل مدت میں سستے اور زیادہ قابل بھروسہ ثابت ہوں گے۔ گیس کی قلت کا شکار دیگر صنعتیں اس شعبے کے تجربے سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہیں۔ آخر میں، تھائی لینڈ میں سیلاب کے باعث گاڑیوں کے شعبے کو پرزوں کی قلت کا سامنا ہو سکتا ہے، کیونکہ اس ملک کو خطے میں پرزوں کی تجارت کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔